اداریہ

الایام کے لیے ہمیں متعدد مضامین، مقالات، تبصرے اور تاثرات موصول ہورہے ہیں۔ قارئین کی الایام میں دلچسپی ہمارے لیے انتہائی حوصلہ افزاء ہے تاہم جو مسئلہ پریشان کن ہے وہ مقالات کا معیار ہے ہر بار ہمیں متعدد مقالات اور بعض حالات میں تمام مقالات مسترد کرنے پڑتے ہیں۔ یہ استرداد کوئی خوشی کی بات نہیں، لمحہ فکریہ ہے۔ چونکہ یہ مقالات ہمیں زیادہ تر جامعات یا دیگر تعلیمی اداروں سے وابستہ نوجوان اساتذہ اور دانشوروں کے موصول ہوتے ہیں لہٰذا ذہن میں جو پہلا سوال اٹھتا ہے وہ یہ کہ ہماری جامعات میں جو تحقیق ہورہی ہے کیا وہ واقعی ''تحقیق'' ہے؟

ساری دنیا کی قدیم وجدید جامعات اس لیے علم وفکر کا مرکز سمجھی جاتی تھیں کہ وہاں آزادی اظہار اور آزادی فکر ورائے کو غیر معمولی اہمیت دی جاتی تھی لیکن اب صورت حال بدل گئی ہے۔ برطانیہ سمیت دیگر مغربی ممالک میں بھی یہ احساس بڑھ رہا ہے کہ ڈگری کے حصول کے لیے کی جانے والی تحقیق علم کے لیے مضر ہے۔ True learning is being killed in the universities slowly by degrees مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ انگلینڈ کی وزارت تعلیم سے وابستہ ایک شخص نے سابق وزیر اعظم برطانیہ ٹونی بلیر کو رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جامعات میں جو تحقیق ہورہی ہے اس میں سے صرف تین فیصد ایسی ہیں جنہیں تحقیق مانا جاسکتا ہے باقی سب کچرا ہے۔

ہم کو اپنے مقالات بھجوانے والے نوجوان مقالہ نگاروں سے درخواست ہے کہ عام جائزوں کو تحقیق کا نام نہ دیں۔ محض ثانوی ماخذ کی بنیاد پر لکھا جانے والا کوئی بھی مقالہ تحقیق نہیں ہوتا اسے زیادہ سے زیادہ ''باسند نقل'' (Refered Cheating) کہا جاسکتا ہے۔ اس قسم کے مطالعات مثلاً تعدد ازدواج: قرآن وسنت کی روشنی میں یا معیشت قرآن وحدیث کی روشنی میں جیسے مقالات نہ بھجوائیں۔ آج سے دس برس قبل شائد یہ تحقیقی موضوع ہو لیکن آج کل نہیں ہے، ایسے سافٹ ویئر آچکے ہیں جو کسی ایک موضوع پر قرآنی آیات اور احادیث کی نشاندہی کردیتے ہیں۔ جو معلومات ایک بٹن دبانے سے یا ''منشور قرآن'' جیسی کتب اور ''شاملہ'' جیسے سافٹ ویئر سے حاصل ہوجائیں کیا اسے تحقیق کہا جانا چاہئے؟

انسان کی سب سے قدیم علمی سرگرمی تحقیق ہی تھی۔ ابتدائے آفرینش سے انسان نے اپنے ماحول کو سمجھنے اور اپنے مسائل کو حل کرنے کے لیے یہ ذہنی مشق (یعنی تحقیق) کی ہے۔ اسی کی بنیاد پر اس نے تمدن کا آغاز کیا، اسی مشق نے دنیا کو اس کے لیے مسخر کیا۔ دنیا کی اقوام میں جس نے تحقیق وتفتیش پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اسے دنیا کی سربراہی نصیب ہوئی جس نے کاہلی، سستی، کام چوری اور نقل کو اپنایا وہ قومیں بھلادی گئیں۔

مشرق ہو یا مغرب تحقیق کے نام پر تعصبات کا کاروبار کیا گیا، کہیں زیادہ کہیں کم۔ گزشتہ چند صدیوں میں مغربی جامعات کے مطالعہ مشرق (Oriental Studies) کے شعبوں میں ان موضوعات پر تحقیق کی بڑی سرپرستی کی گئی جن میں اسلامی عقائد کے خلاف شکوک پھیلانے کے لیے سوالات اٹھائے گئے، رسول اللہ ﷺ کو ایک عام آدمی کے طور پر زیر بحث لایا گیا، قرآن اور حدیث، اسلامی تاریخ اور فقہ سب کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی گئی۔

ہماری جامعات میں بھی تحقیقات کے نام پر تعصّبات کا کھیل جاری ہے۔ تحقیق درحقیقت سچ کا کاروبار ہے یہ جھوٹ کو سچ سے اور نادرست کو درست سے ممتاز کرنے کا کام ہے جو خون جگر پلائے بغیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہمارے یہاں مسلکی، گروہی اور جماعتی رابطے اور تعلق تحقیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ یہاں اختلاف کی نوعیت بھی ذہنی وفکری ہونے کے بجائے ذاتی اور شخصی بن کر رہ گئیں ہیں۔ جس سے تحقیق کی بجائے دشمنیاں اور نفرتیں پروان چڑھتی ہیں۔ نہ ہمارے لوگوں میں تحمل ہے اور نہ اہل علم میں قوت برداشت۔ تشدد کا اظہار خواہ علماء کی طرف سے ہو یا عوام کی طرف سے دونوں صورتوں میں

[آ]زادی اظہار اور حریت فکر کا بدترین دشمن ہے۔ تحقیق وہ ہوتی ہے جس سے بحث ومباحثہ کا آغاز ہو اور ثقافت ترقی کرے۔

میں اپنے نوجوان مقالہ نگاروں اور مستقبل کے دانشوروں کو مشورہ دوں گی کہ:

☆ مطالعہ کی عادت ڈالیں۔ آپ جتنا پڑھیں گے لکھنے کی ویسی ہی اچھی صلاحیت پیدا ہوگی۔ مطالعہ سے آپ کو متنوع موضوعات پر مختلف خیالات سے آگاہی ملے گی۔ آپ کی فکر کو مہمیز لگے گی، آپ سوچیں گے، بحث ومباحثہ کریں گے۔ یہ ذہنی مشق آپ کے لیے علم وفن کے نئے افق روشن کرے گی۔ کبھی صرف ایک مصنف کو نہ پڑھیں اس سے آپ کی فکر محدود ہو جائے گی اور تخلیقی صلاحیتیں ٹھٹھر کر رہ جائیں گی۔

☆ مادری زبان کے علاوہ کم سے کم ایک (اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں) زبان ضرور سیکھئے۔ اس سے دوسری عالمی زبانوں کے ذخیرہ علم تک آپ کی براہ راست رسائی ہو جائے گی جو آپ کی علمی استعداد میں اضافہ کا باعث بنے گی۔ کہتے ہیں کہ جو لوگ زبانیں سیکھتے رہتے ہیں وہ کبھی بوڑھے نہیں ہوتے شائد اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کا دماغ ایک تعمیری، ذہنی مشق میں سرگرم رہتا ہے جو انھیں پرعزم اور جوان رکھتا ہے۔

☆ علمی دنیا میں مشاہدے کی بڑی طاقت مانی گئی ہے آپ کا مشاہدہ جتنا وسیع ہوگا آپ اتنا بہتر لکھ سکیں گے۔ مشاہدہ سفر کے ذریعے بڑھایا جاسکتا ہے، اسی لیے سفر کو وسیلۂ ظفر کہا گیا ہے۔ سفر کے مواقع ہم سب کی زندگی میں آتے ہیں، ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے بلکہ سفر کی باقاعدہ منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ سفر تحصیل علم کے روایتی ذرائع میں سے ایک ذریعہ رہا ہے۔ قرآن بھی **سیروا فی الارض**--- کہہ کر زمین میں گھومنے پھرنے اور اللہ کی آیات پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ مسلمانوں نے حصول علم کے لیے اسفارِ علمی کی شاندار تاریخ رقم کی ہے۔ یہ بجائے خود ایک موضوع تحقیق ہے۔

☆ ایک اور اہم بات صاحب علم، اساتذہ اور دانشوروں کی صحبت ہے۔ گو کہ ہم قحط الرجال کے عہد میں زیست کر رہے ہیں پھر بھی کسی نہ کسی صاحب علم، استاد، دانشور اور مفکر کو آپ تلاش کرسکتے ہیں۔ ان کی صحبت، ان سے تبادلہ خیال اور بحث ومباحثہ آپ کے بند ذہنی گرہوں کو کھولے گا اور آپ ایک مسئلے کو علمی انداز میں پیش کرسکنے کے قابل ہوسکیں گے۔

یاد رکھیے جزوی، فروعی اور چھوٹے چھوٹے اختلافات میں الجھنے سے حیات اجتماعیہ کی قوت اور

توانائی زائل ہوتی ہے اور قومی و ملی اجتماعی رشتے مربوط نہیں ہو سکتے۔ تشدد کی جگہ تحمل، تنگ نظری کی جگہ وسعت فکر، تن آسانی کی جگہ جدوجہد اور جمود کی جگہ تحرک کی جتنی ضرورت آج ہے شائد پہلے کبھی نہ تھی۔

الایام۔٦ میں اردو کے چھ اور انگریزی کا ایک مقالہ شامل ہے۔ پہلا مقالہ پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج کا ''موت وحیات کا قرآنی ومغربی تصور'' ہے۔ جس میں انہوں نے ایک پرانے موضوع پر فلسفہ یونانی کے حوالے سے نئی روشنی ڈالی ہے، تاہم دَوری حرکت کے مقابل انہوں نے 'صراطی' کا لفظ استعمال کیا ہے، عربی لفظ 'صراط' کو اردو ترکیب کے ساتھ 'صراطی' کر دینے کو اہل عرب یا اہل اردو کس انداز میں لیں گے، یہ دیکھنا باقی ہے۔ دوسرا مقالہ ڈاکٹر شکیل صدیقی کا 'بیعت رضوان ایک کثیر الجہتی واقعہ' ہے۔ یہ مقالہ خاص دعوت وتبلیغ کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔ تیسرا مقالہ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا ہے جس میں انہوں نے مولانا ضیاء الدین اصلاحی اور ان کے مجلّہ الاصلاح کا ایک تعارف بنیادی ماخذ کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ چوتھا مقالہ زیبا افتخار کا ہے جس میں انہوں نے اسلامی فقہ کے آغاز وارتقاء اور موجودہ دور میں اجتہاد کے امکانات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ پانچواں مقالہ ڈاکٹر ناصرالدین کا ہے جس میں انہوں نے سلسلہ قادریہ رشیدیہ کے مشائخ کا ایک جائزہ لیا ہے۔ چھٹا مقالہ محمد رضا تیمور کا ہے جو حقوق انسانی اور اسلام کے موضوع پر ہے اور جس کی خاصی عصری اہمیت ہے۔

نگار سجاد ظہیر

مدیرہ: الایام